ایمان باللہ سے متصف ہو کر اپنے قول و فعل سے دعوت الی اللہ کرتے چلے جائیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵؍ستمبر ۱۹۷۵ء بمقام مسجد فضل لندن)

(خلاصہ خطبہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے سورۃ حٰمٓ السجدۃ کی آیت وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (حٰمٓ السجدۃ :۳۴) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس شخص کے قول سے اور کون سا قول بہتر ہے کہ جس نے دعوت الی اللہ کی اور جو اپنے ایمان کے مطابق اعمال صالحہ بجالایا اور اعلان کیا کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اس کا کامل فرمانبردار ہوں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شخص کا قول جو دعوت الی اللہ کرتا ہے کس کے نزدیک دوسرے لوگوں کے قول سے بہتر ہے؟ سو ایک تو اس سے مراد خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس نے قرآن نازل کیا اور دوسرے اس سے مراد اہل بصیرت ہیں کیونکہ اَحْسَنُ کا لفظ ایک تو اس حسن پر بولا جاتا ہے جس کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہو اور دوسرے یہ لفظ اس حسن کے لئے بھی بولا جاتا ہے جس کا بصیرت سے تعلق ہو۔ اسی لئے حضرت امام راغبؒ نے مفردات میں لکھا ہے اَحْسَنُ قَوْلًا سے مراد یہ ہوگی کہ اللہ اور اس کے مقربین کے نزدیک اس سے زیادہ اچھا اور کوئی قول نہیں کہ انسان لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے۔

اس کے بعد حضور نے یہ واضح فرماتے ہوئے کہ اس آیت کریمہ میں قول سے کیا مراد ہے فرمایا۔ یہاں قول سے مراد ظاہری الفاظ بھی ہیں، اعتقاد بھی اور اعتقاد کے مطابق کئے جانے والے اعمال بھی کیونکہ قول کا لفظ قرآن کریم میں ظاہری الفاظ اعتقاد اور عمل تینوں پر بولا جاتا ہے۔ اسی لئے حقیقی مومن وہی کچھ زبان سے کہتا ہے جس پر اس کا پختہ اعتقاد ہوتا ہے اور پھر اس کا عمل بھی اس اعتقاد کے عین مطابق ہوتا ہے اور وہی اس بات کا حق رکھتا ہے کہ اس امر کی پرواہ کئے بغیر کہ دوسرے اسے کیا کہتے ہیں یا کیا نہیں کہتے خود کہے اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ ایسا قول تو جس کے ساتھ نہ اعتقاد ہو اور نہ عمل منافق کا قول ہوتا ہے جو کسی لحاظ سے بھی قابلِ التفات نہیں ہوتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قولِ بے عمل کا کھوکھلا پن ظاہر کرنے کے لئے منافقوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ (المجادلة:۹) یعنی اے رسول! جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے ایسے لفظوں سے دعا دیتے ہیں جن میں خدا نے دعا نہیں دی۔ مراد یہ کہ دعا میں بناوٹ کے طور پر مبالغہ سے کام لیتے ہیں اور پھر اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ کیوں اللہ ہمارے منافقانہ قول کی وجہ سے ہمیں عذاب نہیں دیتا۔ اسی لئے قرآنی محاورہ کی رُو سے قول احسن وہی قول ہوگا جس میں ظاہری الفاظ صحیح عقیدہ اور عمل تینوں شامل ہوں۔ یہ معنے امام راغب نے مفردات میں کئے ہیں اور استدلال انہوں نے قرآن مجید کی اس آیت سے کیا ہے اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرة:۱۵۷) انہوں نے اس آیت سے استدلال کر کے قول احسن میں اقرار، اعتقاد، اور عمل تینوں کو شامل کیا ہے۔

قول احسن کے معنے بالوضاحت بیان کرنے کے بعد حضور نے دَعَآ اِلَى اللّٰهِ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا قول احسن کے ان معانی کی رو سے دَعَآ اِلَى اللّٰهِ کے معنے ہوں گے خود قولی، اعتقادی اور عملی لحاظ سے ایمان باللہ سے متصف ہو کر دوسروں کو خدا کی طرف بلانا، یعنی انہیں اس امر کی دعوت کرنا کہ وہ صحیح اعتقاد پر قائم ہو کر اعمال صالحہ بجالائیں اور اس طرح اس کی ناراضگی سے بچیں اور اس کے پیار کو حاصل کرنے والے بنیں۔ یہ ہے دعوت الی اللہ اور جو شخص

بھی قولی، اعتقادی اور عملی لحاظ سے خود ایمان باللہ سے متصف ہوکر دوسروں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے وہ اس بات کا حق رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور یہ عرض کرسکے کہ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

ایمان باللہ پر خود قائم ہوکر دوسروں کو ایمان باللہ کی دعوت دینے کی اہمیت و عظمت واضح کرنے کے بعد حضور نے اللہ تعالیٰ کی غیر محدود صفات میں سے بعض ایسی صفات کا ذکر فرمایا جن کا تعلق اس کی اپنی ذات سے ہے نیز اس صفت کا ذکر فرمایا کہ وہ دعاؤں کو سننے والا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق جو بات اس وقت میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور انہیں قبول کرتا ہے ،سورۃ المؤمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المؤمن:۶۱) (مجھے پکارو میں تمہاری دعا سنوں گا) اسی طرح سورۃ البقرۃ میں اس نے فرمایا اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرۃ:۱۸۷) (جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں) لیکن دعا کی قبولیت کے بارہ میں یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ جب دعا اس کی تمام شرائط کے ساتھ کی جائے تو اللہ تعالیٰ اپنی تمام حکمتوں کے ساتھ اسے قبول کرتا ہے۔ یعنی ضروری نہیں کہ دعا اسی طرح قبول ہو جس طرح بندہ مانگتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ اس کی دعا کو اس شکل میں قبول کرتا ہے جو دعا کرنے والے کے حق میں بہتر ہو کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دعا کرنے والے کے حق میں کیا بہتر ہے اور کیا بہتر نہیں ہے۔

پس دعا قبول ضرور ہوتی ہے لیکن ہوتی اس شکل میں ہے جو خدا تعالیٰ کے علم میں دعا کرنے والے کے لئے بہتر ہو نہ کہ اس شکل میں جس میں بندہ اپنی نادانی سے اس کے پورا ہونے کی خواہش رکھتا ہے۔ پھر سورۃ النّمل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ (النّمل:۶۳) یعنی بتاؤ کون کسی بے کس کی دعا کو سنتا ہے جب وہ خدا سے دعا کرتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ میں اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب بشارت دی ہے اور وہ یہ کہ تم دعا کرتے چلے جاؤ ایک دن وہ ضرور قبول ہوگی۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ انسان مضطر ہونے کی حالت میں دعا مانگے اور وہ قبول نہ ہو۔ مضطر کی دعا کی قبولیت ایک نہ ایک دن ظاہر ہوکر رہتی ہے یعنی اس کی تکلیف بہرحال دور کر دی

جاتی ہے۔پس اَلسُّوْٓءَ کا دعاؤں کے نتیجہ میں دور کیا جانا مومنوں کے دل کا مستقل سہارا ہے۔
اسی ضمن میں اس امر کو واضح کرتے ہوئے کہ بعض دعائیں ایسی ہوتی ہیں جن کا ایک لمبا زمانہ گزرنے کے بعد پورا ہونا مقدر ہوتا ہے اوراس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ مومنوں کی جماعت نسلاً بعد نسلٍ دعائیں کرتی چلی جائے۔حضور نے فرمایا ایسی ہی دعاؤں میں سے ایک دعا تمام بنی نوع انسان کے امت واحدہ بننے سے تعلق رکھتی ہے۔ چنانچہ تیرہ سو سال سے امت مسلمہ اس کے لئے دعائیں کرتی چلی آرہی تھی۔آخر حسب وعدہ الٰہی بعثتِ مسیح موعود کا زمانہ آگیا جس میں اس دعا کا پورا ہونا مقدّر تھا۔میں اورآپ خوش قسمت ہیں کہ ہمیں حضرت مسیح موعود کو شناخت کرنے اور قبول کرنے کی توفیق ملی ہے اورہمیں تمام بنی نوع انسان کے دل جیت کر انہیں امت واحدہ بنانے کی غرض سے قربانیاں پیش کرنے کے مواقع حاصل ہیں۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم دنیا کو اللہ کی طرف دعوت دیتے چلے جائیں اورایسے بنیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور میں ہم عرض کر سکیں اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بشارت دی ہے کہ اسلام تمہارے ذریعہ سے نوعِ انسانی کے دل جیتے گا اور دنیا پر غالب آکر انہیں امّت واحدہ میں تبدیل کر دکھائے گا۔ رہیں اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات سو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ اعلان کیا ہے کہ تمہاری دعائیں قبول کی جائیں گی اوراس کے نتیجہ میں تم وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ کا نظارہ دیکھتے چلے جاؤ گے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم دعائیں کرتے چلیں جائیں اوردعوت الی اللہ اور اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کی رُو سے اس امر کا ثبوت دیتے چلے جائیں کہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں، اپنے وعدے کے مطابق تکالیف اللہ تعالیٰ خود دور کرتا چلا جائے گا۔ ہمارے ذریعہ سے تمام بنی نوع انسان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے لیکن اس کے لئے ہمیں توکل کے اعلیٰ مقام پر قائم ہوکر قربانیاں دینی ہوں گی اور دعائیں کرنا پڑیں گی۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں وہ الگ ہوجائیں خدا انہیں خود جماعت سے کاٹ دے گا۔ بچے گا وہی جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دامن کو تھامے گا اورآپ کو ملنے والی بشارتوں اوروعدوں پر زندہ ایمان رکھتے ہوئے دنیا میں

غلبۂ اسلام کے لئے انشراح صدر کے ساتھ قربانیاں پیش کر کے اپنے آپ کو خدائی افضال و انعامات کا مورد بنائے گا۔

آخر میں حضور نے اس امر کا ذکر کرتے ہوئے کہ قیام سلسلہ کی اگلی صدی جس کے شروع ہونے میں پندرہ سال باقی رہ گئے ہیں غلبۂ اسلام کی صدی ہے۔ فرمایا یہ پندرہ سال تیاری اور قربانی کے سال ہیں۔ خدا نے آپ پر بڑا فضل کیا ہے کہ اس نے نئی صدی شروع ہونے سے پہلے آپ کو قربانیوں کا موقع دیا ہے۔ اس وقت ہم پر بہت بڑی ذمہ داری ہے اور وہ ذمہ داری یہی ہے کہ ہم خود حقیقی ایمان باللہ سے متصف ہو کر نہ صرف اپنے قول سے بلکہ اپنے فعل سے بھی دعوت الی اللہ کرتے چلے جائیں تاکہ بنی نوع انسان امّت واحدہ کی شکل اختیار کر سکیں۔ خدا تعالیٰ نے خود یہ اعلان کر دیا ہے کہ میرے اور میرے مقربین کے نزدیک سب سے اچھا اور سب سے پیارا قول و اعلان یہ ہے کہ انسان خود کہے اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ خدا تعالیٰ نے اس بات کو سب سے اچھا اور سب سے پیارا اعلان نہیں کہا کہ ایک شخص دوسرے کے بارہ میں کہے کہ وہ کیا ہے بلکہ پیارا اعلان اس امر کو ہی قرار دیا ہے کہ ایک شخص خود یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہوں اور پھر اس کا قول اور فعل اس بات کی گواہی دے کہ واقعی وہ اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں میں شامل ہے۔ پس دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر بنی نوع انسان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرنے کے لئے قربانیاں کرتے اور دعاؤں سے کام لیتے چلے جاؤ اور صرف وہی ہتھیار کام میں لاؤ جو خدا نے تمہیں عطا کئے ہیں۔ ہمیں دلائل قاطعہ کا ہتھیار دیا گیا ہے، ہمیں دعاؤں کی قبولیت کا ہتھیار دیا گیا ہے۔ ہمیں آسمانی نشانوں کا ہتھیار دیا گیا ہے۔ یہ نہایت ہی کارگر ہتھیار ہیں اور ان کے ذریعہ ہی اسلام کا دنیا میں غالب آنا مقدر ہے۔ پس اس موقع کو غنیمت جانیں قربانیاں کریں اور دعاؤں سے کام لیتے چلے جائیں تاکہ اللہ تعالیٰ نوع انسانی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جھنڈے تلے جلد تر جمع کر دے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۵؍ستمبر ۱۹۷۵ء صفحہ ۲،۶)